محمد معاذ اشرف
فاضل و متخصص جامعہ دارالعلوم کراچی

اجتماعی قربانی میں ہونے والی غلطیوں کا ایک عمومی جائزہ

قربانی کا وقت قریب ہے، اور اجتماعی قربانی کا عام رواج ہو رہا ہے جس میں شرعی اعتبار سے بہت خامیوں کا علم ہوا ہے۔ جن کا علم ہونا اجتماعی قربانی کے شرکاء کے لئے ضروری ہے۔ اس موضوع پر عزیزم مولانا محمد معاذ اشرف صاحب نے بندہ کے مشورے سے یہ نہایت اہم مضمون لکھا ہے، جسے عام کرنے کی ضرورت ہے، اس لئے البلاغ اسے شائع کر رہا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔محمد تقی عثمانی

اللہ تعالیٰ کی راہ میں جانور کی قربانی وہ عظیم عبادت ہے جو حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے سے چلی آرہی ہے۔ جیسا کہ خود قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَى مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ (سورة الحج ٤٣)

اور ہم نے ہر امت کے لئے قربانی اس غرض کے لئے مقرر کی ہے کہ وہ ان مویشیوں پر اللہ کا نام لیں جو اللہ نے انہیں عطا فرمائے ہیں۔ (آسان ترجمہ قرآن)

گویا قربانی ایک ایسی عبادت ہے جو ہر امت میں کسی نہ کسی شکل میں موجود رہی ہے۔ امتِ محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر بھی قربانی ایک عظیم عبادت کے طور اپنی خاص شرائط کے ساتھ فرض ہے اور الحمد للہ

مجموعی طور پر مسلمانوں میں اس عبادت کو انجام دینے کا خاص اہتمام بھی نظر آتا ہے۔ دیگر فرض عبادات کی طرح اس عبادت کو انجام دینے کی بھی کچھ شرائط ہیں، اگر ان پر عمل نہ کیا جائے تو یہ عظیم عبادت، عبادت ہی نہیں رہتی۔ گذشتہ کچھ عرصے سے اس عبادت کی انجام دہی میں چند بنیادی خرابیاں بکثرت دیکھنے کو مل رہی ہیں:

(۱) پہلی خرابی یہ کہ قربانی جیسے عظیم عمل کو یہ سمجھ لیا گیا ہے کہ یہ محض کوئی رسم یا شوق پورا کرنے کا نام ہے، لہٰذا عبادت کا پہلو جب نظروں سے اوجھل رہتا ہے تو اس کی شرائط اور آداب وغیرہ کی حیثیت بالکل ثانوی سی ہو جاتی ہے، بلکہ جس طرح دیگر رسموں میں اکثر دکھاوے اور شوق پورا کرنے کے لئے سب کچھ کیا جاتا ہے، وہی سب اس میں بھی بکثرت دیکھنے اور سننے کو مل رہا ہے۔ چنانچہ عید الاضحیٰ کے دن قربانی کا عمل پورے "جوش وخروش" کے ساتھ انجام دیا جاتا ہے، لیکن بسا اوقات اس میں شرعی احکامات کی پابندی کو زیادہ خاطر میں نہیں لایا جاتا، بلکہ لوگوں کے ذہنوں میں یہ تصور بھی اب رفتہ رفتہ دھندلا پڑتا جا رہا ہے کہ قربانی کوئی عبادت بھی ہے۔

(۲) دوسری خرابی جو درحقیقت پہلی خرابی ہی سے وجود میں آئی ہے، وہ یہ ہے کہ اجتماعی قربانی کو بڑے پیمانے پر کمرشل بنیادوں پر انجام دیا جانے لگا ہے اور اس کو مستقل طور پر ایک کاروبار سمجھ لیا گیا ہے۔ نیز پھر بڑے بڑے برانڈز کی اس عمل میں شمولیت نے وہ کچھ مناظر دکھائے ہیں جن کا تصور بھی رونگٹے کھڑے کر دینے کے لئے کافی ہے۔ اس مختصر تحریر کو لکھنے کا بنیادی مقصد اسی دوسری قسم کی خرابی اور اس کے سنگین نتائج سے امت کو آگاہ کرنا ہے، اور اس کے ضمن میں چند وہ مسائل بھی ان شاء اللہ آجائیں گے جن کا تعلق نجی طور پر انجام دی جانے والی مشترکہ قربانی سے ہے۔

اب سے چند سالوں پہلے تک صورتِ حال یہ تھی کہ بڑی سطح پر اجتماعی قربانی مدارس یا اُن رفاہی اداروں تک محدود تھی، جن کا اصل مقصد اس عمل سے پیسہ کمانا نہیں تھا، اور بالعموم قربانی کا پورا عمل علماء کرام کے زیرِ نگرانی انجام دیا جاتا تھا، اور الحمد للہ مدارس میں بالخصوص اس بات کا اہتمام اب بھی کیا جاتا ہے کہ قربانی کی عظیم الشان عبادت کو اس کی تمام شرائط و آداب کے ساتھ انجام دیا جائے۔ لیکن اب کچھ عرصے سے اجتماعی قربانی جیسی عبادت محض ایک کاروبار کی شکل اختیار کرتی جا رہی ہے، جس میں اصل مقصد ہی پیسہ کمانا ہے۔ بڑے بڑے برانڈز کمرشل بنیادوں پر اس کام میں پیش پیش ہیں، نتیجہ یہ کہ کچھ عرصے سے رونگٹے کھڑے کر دینے والی تفصیلات اور تشویشناک خبریں سننے کو مل رہی ہیں اور مشاہدے میں آرہی ہیں۔ اگر ان خرابیوں

سے پیدا ہونے والے نتائج کو سامنے رکھا جائے تو یہ خرابیاں بھی دو طرح کی ہیں:

پہلی قسم کی خرابیاں:

یہ وہ خرابیاں ہیں جن کی وجہ سے قربانی کا فریضہ سرے سے ادا ہی نہیں ہوتا۔

دوسری قسم کی خرابیاں:

دوسری قسم کی خرابیاں وہ ہیں جن کی وجہ سے قربانی تو درست ہوجاتی ہے، البتہ قربانی ہی سے متعلق دیگر معاملات میں حرام اور ناجائز کاموں کا ارتکاب ہو رہا ہے۔ اس خرابی کا زیادہ تر تعلق اجتماعی قربانی کرنے والے اداروں سے ہے۔

یہاں ان دونوں طرح کی خرابیوں میں سے چند خرابیوں کا ذکر اس مقصد سے کیا جارہا ہے کہ وہ حضرات جو ادارے کی حیثیت سے اجتماعی قربانی انجام دے رہے ہیں، یا ایسے ہی کسی ادارے کے ذریعہ قربانی کروارہے ہیں، وہ انتہائی احتیاط سے کام لیں اور اس عبادت کو عبادت سمجھ کر پوری ذمہ داری کے ساتھ انجام دینے کی کوشش فرمائیں۔

عید سے پہلے قربانی

گزشتہ سال بندے کے ایک بہت ہی قریبی عزیز نے جو باقاعدہ خود بھی عالم ہیں، یہ اطلاع دی کہ ایک نامور برانڈ کے منتظم اور ذمہ دار نے خود ان سے شرعی رہنمائی کے لئے دو سوالات پوچھے، یہ برانڈ دراصل چند سالوں سے اجتماعی قربانی کا کام انجام دے رہا ہے، لیکن ذمہ دار نے جو سوالات پوچھے وہ رونگٹے کھڑے کردینے والے ہیں۔

پہلا سوال اس ذمہ دار نے یہ پوچھا کہ ہمارا برانڈ کیونکہ ایک نامور برانڈ ہے، لہٰذا لوگوں کی ایک بڑی تعداد ہے جو ہمارے ہاں اجتماعی قربانی میں حصہ ڈالتی ہے یا اپنی انفرادی قربانی ہم سے کرواتی ہے، جس کے نتیجے میں ایک اچھی بڑی تعداد میں قربانی ہوتی ہے۔ اتنے بڑے پیمانے پر ہونے والی قربانی کا نظم صرف عید کے تین دنوں میں آسان نہیں ہوتا، اور پھر اس میں یہ ذمہ داری بھی ہوتی ہے کہ ہر شریک کو قربانی کا گوشت عید کے ایام میں پہنچ بھی جائے، چنانچہ ہمارا معمول یہ ہے کہ ہم بقرعید سے تین دن پہلے قربانی کا آغاز کردیتے ہیں اور گوشت کو فریزر میں رکھنا شروع کردیتے ہیں، اس طرح ہمیں قربانی کے لئے زیادہ دن مل جاتے ہیں اور عید

کے ایام میں گوشت بروقت شرکاء تک پہنچ جاتا ہے۔کیا ایسا کرنا جائز ہے؟

اس سوال پر بذاتِ خود کئی سوالیہ نشان ہیں۔وقت سے پہلے قربانی کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ہزاروں لوگوں کی مجموعی طور پر لاکھوں کروڑوں روپے کی قربانی بالکل ضائع گئی اور قربانی کا فریضہ ادا نہیں ہوا، کیونکہ بہت سے دیگر فرائض کی طرح قربانی کا بھی ایک وقت ہے، اوراس متعین وقت سے پہلے یا بعد میں اس کی ادائیگی اگر کر بھی لی جائے تو فریضہ ادا نہیں ہوتا۔ یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے کوئی یہ چاہے کہ فجر کی نماز میں اٹھنا کیونکہ عموماً ایک دشوار عمل معلوم ہوتا ہے، لہٰذا میں رات کو سونے سے پہلے ہی فجر پڑھ کر سو جاؤں، اگر چہ ابھی فجر کا وقت شروع نہ ہوا ہو۔ظاہر ہے کہ اس طرح وقت سے پہلے نماز پڑھ لینے سے فجر کی نماز کا فریضہ ادا نہیں ہوا۔

بہر حال اس برانڈ سے قربانی کروانے والے چند حضرات سے بھی اس بات کی تصدیق ہوئی کہ ان کو بقرعید کے پہلے دن جو گوشت اس برانڈ کی جانب سے موصول ہوا، وہ فریزر کا جما ہوا گوشت تھا، اوراس بات پر وہ حضرات خود بھی حیران تھے کہ اتنی جلدی گوشت کیسے جم سکتا ہے؟

وکیل اور مؤکل کے اوقات میں فرق

اسی واقعہ کے ضمن میں اسی طرح کا ایک اور مسئلہ بیان کرنا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے، جو بکثرت پیش آتا ہے اور عام طور پر اس کی طرف ذہن نہیں جاتا، وہ مسئلہ یہ ہے کہ بعض اوقات قربانی کروانے والا مؤکل اوراس کی طرف سے قربانی کرنے والا وکیل دونوں الگ الگ ملکوں میں ہوتے ہیں، مثلاً ایک امریکہ میں ہے اور دوسرا پاکستان میں، جس کی وجہ سے اکثر عید الاضحیٰ کے دنوں میں بھی فرق پڑ جاتا ہے، چنانچہ اس میں یہ بے احتیاطی اکثر سننے میں آتی ہے کہ ابھی مؤکل کے ہاں قربانی کا وقت شروع نہیں ہوتا جبکہ وکیل اپنے ہاں قربانی کر دیتا ہے، کیونکہ وکیل کے ہاں قربانی کا وقت شروع ہو چکا ہوتا ہے۔شرعی مسئلہ یہ ہے کہ مؤکل کے ہاں وقت شروع ہونے سے پہلے مؤکل کی طرف سے وکیل اگر قربانی کر بھی دے تو اس سے مؤکل کی قربانی کا فریضہ ادا نہیں ہوتا، اگر چہ وکیل کے ہاں قربانی کا وقت ہو چکا ہو۔اسی طرح بعض اوقات وکیل کے ہاں تو قربانی کا وقت باقی ہوتا ہے لیکن مؤکل کے ہاں قربانی کے ایام گزر چکے ہوتے ہیں۔بہر حال ایسی صورت میں یہ مسئلہ ذہن میں رہنا ضروری ہے کہ جب قربانی کی جارہی ہو تو وکیل اور مؤکل دونوں کے ہاں قربانی کا وقت ہونا ضروری ہے۔

بکرے میں دو حصے

دوسرا سوال اس برانڈ کے ذمہ دار نے یہ پوچھا کہ ہمارے ہاں جب کوئی شخص بکرے کی قربانی کرواتا ہے تو ہم اس کو وزن کی ایک متعین مقدار بتا دیتے ہیں کہ آپ کو اتنا گوشت ملے گا۔ مثلاً یہ طے ہوجاتا ہے کہ آپ کو دس کلو گوشت ملے گا، پھر بعض اوقات ایسا بھی کرتے ہیں کہ ہم ایک ایسا بڑا بکرا ذبح کر لیتے ہیں جو بیس کلو یا اس سے زائد ہو، تو ہم اس ایک بکرے کے گوشت کو دو لوگوں میں تقسیم کر دیتے ہیں۔ یعنی ۱۰ کلو ایک کو اور ۱۰ کلو دوسرے کو دیتے ہیں۔ کیا ایسا کرنا جائز ہے؟

یہاں بھی قربانی درست نہیں ہوئی، کیونکہ گائے اور اونٹ کے علاوہ جو چھوٹے جانور ہیں، مثلاً بکرا اور دنبہ وغیرہ، ان میں شرکت درست نہیں ہوتی، بلکہ چھوٹا جانور صرف ایک ہی شخص کی طرف سے ہوسکتا ہے۔

گوشت کے وزن کی تعیین

یہ تو اس ایک برانڈ کی بات تھی، بعض دوسرے اداروں کے متعلق بھی یہ سننے میں آیا ہے کہ وہ پہلے سے وزن متعین کر دیتے ہیں، اور ٹھیک اسی وزن کے حساب سے لوگوں کو گوشت مہیا کر دیتے ہیں، اور جو گوشت بچ جاتا ہے وہ بغیر کسی پیشگی اجازت کے اپنے پاس رکھ لیتے ہیں۔ یہاں دو باتیں قابلِ غور ہیں، اول یہ کہ پہلے سے وزن کا متعین ہوجانا اور پھر بالکل اسی وزن کے حساب سے گوشت کی تقسیم انتہائی تشویشناک ہے، کیونکہ ایسا ہونا تقریباً ناممکن ہے کہ ہر بکرا ایک ہی وزن کا ہو، چنانچہ جہاں وزن متعین ہوتا ہے وہاں اس جیسی خرابی کا پیش آجانا کوئی بعید نہیں جو ابھی دوسرے سوال کے ضمن میں گزری ہے۔ یعنی ایک ہی بکرے میں دو لوگوں کو شریک کر دیا جائے۔ ظاہر ہے کہ جب قربانی کی بنیاد قربانی کے جانور کے بجائے متعین مقدار گوشت پر ہوگی تو اس میں یا تو ناجائز شرکت ہوگی یا کسی کی قربانی کا گوشت کسی اور کو دے دیا جائیگا۔ ہاں البتہ اس بات کی گنجائش ہے کہ ایک اندازہ مقرر کرلیا جائے کہ تقریباً گوشت اتنا ہوگا۔ لیکن تقسیم مذبوحہ جانور سے حاصل ہونے والے گوشت کے اصل وزن ہی کی بنیاد پر کی جائے، چاہے اس میں گوشت کا وزن پہلے سے متعین کردہ مقدار کے برابر ہو یا اس سے کم یا زیادہ۔ دوسری بات قابلِ غور یہ ہے کہ مقررہ وزن سے زائد ہونے کی صورت میں ادارے کا اس گوشت کو اپنے پاس بغیر کسی پیشگی اجازت کے رکھ لینا جائز نہیں۔ کیونکہ جو ادارے اس طرح لوگوں کے لئے اجتماعی قربانی کرتے ہیں وہ عموماً قربانی کروانے والوں کے وکیل ہوتے ہیں، قربانی کے جانور

اور اس کے گوشت وغیرہ کے مالک نہیں ہوتے۔لہٰذا اصل مالک کی اجازت کے بغیر گوشت وغیرہ میں اس طرح تصرف کرنا جائز نہیں۔

اس کے برعکس ایک برانڈ کے ذمہ دار نے بندے کو خود اپنے ادارے کے متعلق یہ معلومات فراہم کیں کہ ہم لوگ گوشت کے لیے ایک وزن متعین کردیتے ہیں، اگر زیادہ نکل آئے تو قربانی کروانے والوں کی قسمت، اور اگر کم نکل آئے تو ادارہ چونکہ اپنے بھی کچھ جانور علیحدہ سے قربان کرتا ہے، لہٰذا گوشت کے وزن میں کمی کی صورت میں ہم اپنے جانور کا گوشت اس میں شامل کرکے وزن پورا کردیتے ہیں۔

بعض جگہوں سے متعلق یہ بھی سننے میں آیا ہے کہ وہاں حصے کی قیمت کے اعتبار سے وزن متعین کیا جاتا ہے، یعنی مثلاً ایک حصہ دو ہزار روپے کا ہے تو اس کو دس کلو گوشت ملے گا، دوسرا حصہ تین ہزار کا ہے تو اس کو ۱۲ کلو گوشت ملے گا وغیرہ۔ یہ تمام صورتیں انتہائی تشویشناک ہیں۔

وزن میں بے احتیاطی

اوپر بیان کردہ صورت کے برعکس جہاں بنیاد ہی وزن کو بنایا جاتا ہے، یہ خبریں بھی عام ہیں کہ وزن کو سرے سے اہمیت ہی نہیں دی جاتی بلکہ حصہ داروں کے درمیان اندازے سے گوشت تقسیم کردیا جاتا ہے، شرعاً یہ طریقہ بھی درست نہیں کیونکہ گوشت اموال ربویہ میں سے ہے، یعنی اس میں ربا کے احکامات جاری ہوتی ہیں۔لہذا ہر شریک کو برابر وزن ملنا چاہیئے۔اس کا تفصیلی طریقہ ان شاء اللہ آگے آرہا ہے۔

غرض وزن کے معاملے میں لوگ عموماً افراط وتفریط کا شکار ہیں، یا تو وزن کو سرے سے اہمیت ہی نہیں دی جاتی، یا اتنی اہمیت دی جاتی ہے کہ قربانی کے بجائے گوشت کا حصول ہی اصل مقصد بن کر رہ جاتا ہے۔

خراب گوشت کو صحیح گوشت سے تبدیل کرنا

بعض لوگوں نے بتایا کہ ایسے اتفاقات بھی ہوئے ہیں کہ کسی ادارے کی جانب سے قربانی کا گوشت انتہائی خراب حالت میں موصول ہوا، اور جب اس پر اعتراض کیا گیا تو ادارے نے اس گوشت کو تبدیل کرکے اس کی جگہ دوسرا گوشت بھیج دیا جو صحیح تھا۔اس طرح گوشت کی تبدیلی والا معاملہ بھی قابلِ اطمینان نہیں بلکہ تحقیق طلب ہے۔

قربانی ہو جانے کے بعد قربانی میں شرکت

ایک قریبی دوست نے بتایا کہ ایک دفعہ ان سے ایک ایسے صاحب نے جو اجتماعی قربانی کا انتظام کرتے ہیں، خود یہ ذکر کیا کہ ہمارا معمول یہ ہے کہ بعض اوقات بڑے جانور میں جب کچھ حصے بچ جاتے ہیں تو اس جانور میں ہم اپنی نیت کر لیتے ہیں، بعد میں اگر کوئی حصہ ڈالنے کے لیے آتا ہے تو وہ حصہ ہم اس کو دے دیتے ہیں، اگرچہ جانور کی قربانی بھی ہو چکی ہو، چنانچہ اُس حصے کا گوشت اِس نئے شریک کو مل جاتا ہے جو قربانی کے بعد شریک ہوا۔

مذکورہ صورت میں اگر قربانی کے بعد کسی کو اس طرح شریک کیا جا رہا ہے کہ قربانی پہلے ہو گئی اور بعد میں اس سے پیسے لے کر گوشت اس کے حوالے کر دیا، تو یہ عمل بالکل ناجائز بلکہ قربانی جیسی عبادت کے ساتھ ایک مذاق ہے، کیونکہ ظاہر ہے کہ اس طرح اس نئے شریک کی قربانی نہیں ہوئی، بلکہ اگر قربانی کرنے والوں کی نیت شروع ہی سے قربانی کے بجائے گوشت یا اس کو بیچ کر رقم وصول کرنے کی تھی تو اس جانور میں شریک افراد میں سے کسی کی بھی قربانی درست نہیں ہوگی۔

گوشت کو آپس میں خلط کر دینا

یہ اطلاعات بھی موصول ہوئی ہیں کہ گوشت کو قصداً آپس میں خلط ملط کر دیا جاتا ہے، بالفاظ دیگر، کوئی شخص ہاتھ لگا کر یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ میری گائے کا یا بکرے کا گوشت ہے۔ اول تو بغیر کسی پیشگی اجازت کے قصداً ایسا کرنا درست نہیں۔ نیز کمی بیشی کی صورت میں ربا لازم آنے کے امکان کے ساتھ ساتھ ناانصافی کا یہ احتمال بھی رہتا ہے کہ ایک شخص کے حصے میں صرف اعلیٰ درجہ کا گوشت چلا جائے جبکہ کسی اور کے حصے میں صرف ادنیٰ درجہ کا گوشت آ جائے۔

حصے کی تبدیلی

ایک اور مسئلہ یہ ہے کہ بعض ادارے اس طرح کرتے ہیں کہ مثلاً ایک شخص کا حصہ گائے نمبر ایک میں متعین کر دیا گیا تھا، لیکن پھر کسی اہم شخصیت کی شمولیت یا کسی اور وجہ سے وہ حصہ کسی اور کو دے کر پہلے شخص کا حصہ گائے نمبر ۴ یا ۵ میں منتقل کر دیا جاتا ہے۔ اور حصہ دار کو اس کا علم تک نہیں ہوتا۔ یہ عمل بھی جائز نہیں۔ اس خاص صورت کے حوالے سے جامعہ دارالعلوم کراچی سے باقاعدہ فتویٰ بھی جاری ہو چکا ہے (فتویٰ:

۴/۷/۸۵۴) اور البلاغ میں پہلے شائع بھی ہو چکا ہے۔

قربانی کے لئے رقم وصول کرنے کا مسئلہ

اجتماعی قربانی کرنے والے ادارے جب قربانی کے لیے مختلف لوگوں سے رقم وصول کرتے ہیں تو اس کی عموماً دو صورتیں ہوتی ہیں:

پہلی صورت

اس صورت میں یہ ہوتا ہے کہ وصول شدہ رقم سے ادارہ وکیل کی حیثیت سے پہلے قربانی کے جانور خریدے گا، اور پھر اس کی قربانی کا انتظام کرے گا، جس میں قربانی سے متعلق دیگر اخراجات بھی شامل ہوتے ہیں، مثلاً قصائی کی اجرت، جانور کا کھانا وغیرہ۔

اس صورت میں ادارہ کیونکہ وکیل کی حیثیت سے خریداری کرتا ہے، اس لئے ادارے کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ خریداری اور دیگر اخراجات کی ادائیگی سے بچ جانے والی رقم ان کے اصل مالکان کو واپس کرے، یا اس رقم کو صدقہ کرنے یا کسی اور مصرف میں استعمال کرنے کی پیشگی اجازت قربانی کروانے ولوں سے حاصل کرے اور بچ جانے والی رقم کو اسی مصرف میں خرچ کرے۔ لیکن کچھ اداروں کے متعلق یہ اطلاعات موصول ہوئی ہیں کہ وہ بچ جانیوالی رقم خود رکھ لیتے ہیں، جبکہ اس حوالے سے کوئی پیشگی اجازت شرکاء سے نہیں لی جاتی۔ یہ عمل جائز نہیں ہے۔ بعض حضرات اس کی یہ تاویل کرسکتے ہیں کہ بچ جانے والی رقم درحقیقت وکیل کی اجرت ہے، کیونکہ خدمات کے بدلے میں اجرت بہر حال اس کا حق ہے۔ لیکن شرعاً اس کا اجرت بننا بھی درست نہیں، کیونکہ اجرت کا فریقین کے درمیان معلوم و متعین ہونا ضروری ہے، جبکہ یہاں اجرت مجہول ہے۔ لہٰذا بچ جانے والی رقم کی یہ تاویل درست نہیں۔ چنانچہ گائے کی قیمت یا اخراجات سے بچ جانے والی رقم حصہ داروں کو واپس کرنا ضروری ہے یا اگر اس رقم کو کسی مصرف میں لانے کی پیشگی اجازت لے لی گئی ہو تو اسی مصرف میں لگایا جائے۔ اور اگر ادارہ اپنی خدمات کی اجرت وصول کرنا چاہتا ہے تو اس صورت میں اجرت کا پہلے سے معلوم اور متعین ہونا ضروری ہوگا۔

دوسری صورت

دوسری صورت یہ ہوتی ہے کہ ادارے نے پہلے سے کچھ جانور اس نیت سے خرید کر رکھے ہوتے ہیں کہ

قربانی کرنے والوں کو نفع کی غرض سے فروخت کریں گے۔اور ایک پورا پیکیج اس طرح بنادیا جاتا ہے کہ جانور کی خریداری سے لے کر قربانی تک تمام امور کی انجام دہی کے لئے ایک ہی متعین رقم وصول کی جاتی ہے۔ادارے کا منافع گائے کی قیمتِ خرید اور قیمتِ فروخت کے درمیان کا فرق ہوتا ہے۔اس صورت میں بھی عموماً ادارے کوئی رقم شرکاء کو واپس نہیں کرتے۔اس سلسلے میں پہلے تو بندے کو بہت سی معلومات ان افراد سے موصول ہوئیں، جو اس طریقہ کار کے مطابق قربانی انجام دینے والے اداروں سے قربانی کرواتے ہیں۔لیکن حاصل ہونے والی معلومات کی تصدیق اور مزید تفصیلات کا صحیح علم تب ہوا جب بندے کا رابطہ اسی طریقہ کار کے مطابق قربانی انجام دینے والے ایک بڑے برانڈ کے ذمہ دار سے ہوا۔وہ ذمہ دار ان تمام معاملات کی بذاتِ خود سرپرستی اور نگرانی فرماتے ہیں، ان صاحب سے جو معلومات حاصل ہوئیں، ان پر چند وزنی فقہی اشکالات ہیں، جو علماء کرام کے غور وفکر کے لئے ذیل میں تحریر کئے جارہے ہیں:

پہلا امر یہ قابلِ غور ہے کہ اگر جانور ادارے کے پاس پہلے سے موجود ہوتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ادارہ اوّلاً قربانی کے شرکاء کو جانور فروخت کرتا ہے، پھر قربانی وغیرہ کی باقی خدمات انجام دینے میں شرکاء اور حصہ داروں کا وکیل ہوتا ہے۔یہاں یہ بات توجہ طلب ہے کہ عموماً ایسی صورت میں جانور کی قیمت کا تعین علیحدہ سے نہیں ہوتا، بلکہ ایک مجموعی رقم بتادی جاتی ہے، جس میں قربانی سے متعلق جانور کے دیگر اخراجات بھی شامل ہوتے ہیں، مثلاً اگر کوئی شخص ایک پوری گائے قربان کر رہا ہے تو اس کو اسی ہزار (۸۰۰۰۰) روپے مجموعی طور پر بتادیئے جاتے ہیں، اس میں گائے کی قیمت مثلاً ستر ہزار ہوتی ہے اور دس ہزار روپے (۱۰۰۰۰) اس پر آئندہ آنے والے اخراجات کی مد میں وصول کئے جاتے ہیں۔

شرعاً یہ طریقہ درست معلوم نہیں ہوتا۔بظاہر ایسی صورت میں جانور کی قیمت اور اخراجات وغیرہ کا الگ سے تعین ہونا ضروری ہے، ورنہ خرید وفروخت کا یہ معاملہ درست نہیں ہوگا۔کیونکہ اصلاً یہاں دو بالکل الگ الگ معاملات ہیں، ایک معاملہ خرید وفروخت کا ہے اور دوسرا قربانی وغیرہ کے امور انجام دینے کے لئے ادارے کو وکیل بنانے کا ہے۔لہٰذا اگر جانور ادارے کے پاس پہلے سے موجود ہوں تو ادارے پر لازم ہے کہ وہ شرکاء کے علم میں یہ بات لے کر آئے، جانور کی قیمت کا الگ سے تعین کرے اور پھر باقاعدہ اس کی خرید وفروخت بھی کرے۔جبکہ عموماً اس میں سے کسی ایک بات کا بھی خیال نہیں رکھا جاتا، بلکہ قربانی کروانے والوں کو اکثر اس

بات کا سرے سے علم ہی نہیں ہوتا کہ ہم جانور کو باقاعدہ ادارے سے خرید رہے ہیں۔ بلکہ وہ ادارے کو جانور خریدنے کا وکیل سمجھتے ہیں۔

دوسرا مسئلہ گائے کی تعیین کا ہے، یعنی جب کوئی شخص مثلاً پوری گائے ادارے سے خریدتا ہے تو خرید وفروخت کے معاملہ کے وقت گائے متعین نہیں ہوتی، بلکہ جس برانڈ کے ذمہ دار سے بندے کی گفتگو ہوئی، انہوں نے بتایا کہ ہم جانور کی تعیین اس کو ذبح کرنے سے چند لمحے پہلے کرتے ہیں، اس وقت موقع پر ادارے ہی کا ایک آدمی وہاں موجود ہوتا ہے جو ذبح سے چند لمحے پہلے یہ تعین کرتا ہے کہ یہ گائے فلاں شخص کی طرف سے ہے۔اس سے پہلے گائے پر نہ کوئی نمبر لگایا جاتا ہے اور نہ کسی اور طریقے سے اس کا تعین ہوتا ہے۔

یہ طریقہ کار بھی قباحتوں سے خالی نہیں، مثلاً خرید وفروخت کی بنیادی شرائط میں یہ بات داخل ہے کہ مبیع (فروخت کی جانے والی چیز) خرید وفروخت کے وقت معلوم و متعین ہو، خاص طور پر وہ مبیع جو ذوات القیم میں سے ہو۔ پھر اگر قربانی سے پہلے کوئی گائے ہلاک ہوگئی تو اس میں مزید پیچیدگیاں ہیں۔

تیسرا مسئلہ یہ بھی قابلِ غور ہے کہ اگر جانور پہلے سے ادارے کی ملکیت میں ہوں تو ظاہر ہے کہ قربانی کروانے والے پہلے وہ جانور ادارے سے خریدیں گے، یہاں ادارہ ان لوگوں کی طرف سے خریداری کا وکیل نہیں بن سکتا۔ چنانچہ یہ صورت الواحد لا يتولى طرفي العقد کے اصول کے تحت داخل ہوکر ناجائز ہونی چاہئیے۔الواحد لا يتولى طرفي العقد کا عام فہم مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص شرعاً ایسا نہیں کرسکتا کہ خریدنے والا بھی وہی ہو اور بیچنے والا بھی خود وہی ہو، چاہے ایک طرف سے وہ خریدنے یا بیچنے کا وکیل ہی کیوں نہ ہو۔جبکہ اطلاعات کے مطابق بہت سے اداروں میں اس کی کوئی وضاحت ہی نہیں ہوتی، جیسا کہ پیچھے پہلے مسئلہ کے ضمن میں بیان کیا گیا ہے۔ بلکہ عام تأثر یہ ہوتا ہے کہ ادارہ ہی قربانی کروانے والوں کی طرف سے خریداری اور قربانی وغیرہ کا وکیل ہے۔

چوتھا قابلِ غور مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص پورے جانور کی قربانی کروا رہا ہے، مثلاً بکرا ہے، یا پوری گائے یا اونٹ ہے، تو جب پہلے مرحلے پر اس شخص نے ادارے سے جانور خریدا تو اس جانور پر اس شخص کا قبضہ آنا ضروری ہے، چاہے وہ قبضہ خود کرے یا اپنے وکیل سے کروائے، لیکن اگر قبضہ آئے بغیر قربانی کی تو یہ عمل درست معلوم نہیں ہوتا، یہاں یہ بات بھی ذہن میں رہنا ضروری ہے کہ ادارہ خود اس کی طرف سے خریداری یا

قبضہ کا وکیل نہیں بن سکتا۔ جیسا کہ ابھی اوپر بیان کیا گیا ہے۔لہٰذا اوپر بیان کردہ صورت میں جہاں قربانی کروانے والوں کا قبضہ جانور پر متحقق نہ ہورہا ہو،قربانی کو درست قرار دینا مشکل ہے۔کیونکہ پہلے، دوسرے اور تیسرے مسئلہ کے ضمن میں جو تفصیلات ذکر کی گئی ہیں ان سے بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اوّل مرحلے پر خرید وفروخت کا جو معاملہ کیا جاتا ہے شرعاً وہ بیع فاسد میں داخل ہے۔اور اگر اس کو بیعِ فاسد مانا جائے تو بیع فاسد میں مبیع پر قبضہ کئے بغیر ملکیت ثابت نہیں ہوتی، اور جب جانور پر ملکیت ثابت نہیں ہوئی تو قربانی بھی درست نہیں ہونی چاہیئے ۔چوتھے مسئلہ سے ملتی جلتی ایک صورت سے متعلق جامعہ دارالعلوم کراچی سے فتویٰ بھی جاری ہو چکا ہے(فتویٰ:۷۷/۱۵۳۷)۔

تیسرے اور چوتھے مسئلہ کا آسان حل یہ ہوسکتا ہے کہ ایک ایسے شخص کو جو ادارے کا ملازم نہ ہو،خریدار کی طرف سے وکیل مقرر کردیا جائے، جو خریداروں کے نائب کی حیثیت سے گائے پر قبضہ بھی کرلے۔چنانچہ ایسی صورت میں کم سے کم وہ خرابیاں لازم نہیں آئیں گی جو مسئلہ نمبر تین اور چار کے ضمن میں بیان ہوئی ہیں۔

سری، پائے اور کھال وغیرہ رکھنے سے متعلق مسئلہ

یہ مسئلہ بھی بکثرت پیش آتا ہے کہ ادارے سری اور پائے یا کھال شرکاء کی اجازت کے بغیر اپنے پاس رکھ لیتے ہیں۔اجتماعی قربانی کرنے والے اداروں کے لئے ضروری ہے کہ اگر وہ سری پائے اور کھال وغیرہ کسی قانونی مجبوری یا کسی اور وجہ سے اپنے پاس رکھنا چاہتے ہیں تو قربانی کروانے والے شرکا سے اس کی اجازت لیں،ان کی رضامندی کے بغیر ایسا کرنا جائز نہیں۔

خلاصہ کلام اور ایک دردمندانہ گزارش

بہرحال یہ وہ چند بنیادی خرابیاں ہیں جو اجتماعی قربانی کے حوالے سے بکثرت سننے میں اور مشاہدے میں آئی ہیں،اور خود اداروں کے ذمہ داران نے اس کے متعلق مطلع فرمایا ہے۔لہٰذا ان تمام احباب سے جو قربانی کی عظیم عبادت کو انجام دے رہے ہیں، یہ دردمندانہ درخواست ہے کہ خدارا! اپنی قربانیوں کو اور اس ضمن میں حلال طریقے سے خون پسینہ ایک کر کے کمائے ہوئے ہزاروں، لاکھوں روپے کو ضائع ہونے سے بچایئے۔قربانی ایک عبادت ہے،ایک فریضہ ہے، یہ کاروبار نہیں ہے، یہ کوئی عام رسموں کی طرح نہیں ہے، یہ محض شوق پورا کرنے کا نام نہیں ہے۔اس عبادت کی اپنی شرائط ہیں، اور ان شرائط سے لاعلمی اور ان کے متعلق

لاپرواہی کوئی عذر نہیں ہے۔لہٰذا اس قربانی کے عمل کو عبادت سمجھ کر، اس کے مسائل کو کسی معتمد عالم سے سمجھ کر، محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے شوق وذوق کے ساتھ شرعی حدود میں رہتے ہوئے انجام دیں۔ نیز اگر خود کسی وجہ سے قربانی کرنا ممکن نہ ہو تو خوب سوچ سمجھ کر صرف کسی ایسے ادارے کا انتخاب کریں جو با اعتماد علماء کرام کے زیرِ نگرانی اجتماعی قربانی کا فریضہ انجام دیتے ہوں، مثلاً مدارس یا دوسرے معتمد رفاہی ادارے جو قربانی سے متعلق مسائل سے اچھی طرح واقف ہوں اور اس طرح لوگوں کی قربانیوں سے کھیلتے نہ ہوں۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جہاں بہت سی خرابیوں کی نشاندہی کی گئی ہے، تو بطورِ معیار کسی ایک ایسے نظام کو بھی اختصار کے ساتھ ذکر کردیا جائے جس میں پوری احتیاط کی جاتی ہو اور وہ نظام اوپر بیان کردہ خرابیوں سے بھی پاک ہو، نیز اس معیار کو بنیاد بنا کر دیگر ادارے بھی علماء کرام کے مشورے سے اسی طرح کا نظم اپنے ہاں بنانے پر قادر ہوسکیں اور خامیوں کو دور کرسکیں۔ اس کے ضمن میں ان شاء اللہ بہت سے ایسے مسائل بھی معلوم ہوجائیں گے جن کا جاننا نہایت ضروری ہے اور عموماً ان کی طرف ذہن نہیں جاتا۔

جامعہ دارالعلوم کراچی میں اجتماعی قربانی کا نظم: ایک قابلِ تقلید نمونہ

اس معاملہ میں جامعہ دارالعلوم کراچی میں اجتماعی قربانی کا نظام قابلِ تقلید ہے۔ انتظامی امور میں بہتری کی گنجائش ہر ادارے میں ہر وقت ہوسکتی ہے، البتہ یہ کہنا شاید مبالغہ میں شمار نہیں ہوگا کہ جامعہ دارالعلوم کراچی کا نظام الحمدللہ کم سے کم شرعی خرابیوں سے بالکل پاک ہے، کیونکہ یہاں اجتماعی قربانی کا پورا نظم سالہا سال سے ہر ہر مرحلے پر انتہائی با اعتماد علماء کرام اور مفتیان عظام کی براہ راست نگرانی میں طے پاتا ہے اور انجام دیا جاتا ہے، جس میں نہایت باریک بینی سے شرعی احکامات کو ملحوظ رکھا جاتا ہے۔ قربانی کے فارم سے لے کر جانور کی خریداری تک اور ذبح سے لے کر گوشت کی تقسیم تک کے تمام مراحل میں مثالی نظم وضبط کے ساتھ ساتھ قربانی کی تمام شرائط وآداب کا خاص خیال رکھا جاتا ہے۔ نیز یہاں اجتماعی قربانی کا بنیادی مقصد خدمتِ خلق ہوتا ہے نہ کہ آمدنی۔

جناب ڈاکٹر مفتی زبیر اشرف عثمانی صاحب دامت برکاتہم چونکہ پچھلے تقریباً پینتیس، چالیس سالوں سے جامعہ دارالعلوم کراچی میں اجتماعی قربانی کے پورے نظم کی براہ راست نگرانی فرماتے رہے ہیں، لہٰذا بندے کی درخواست پر انہوں نے کافی وقت نکال کر بندے کے سامنے جامعہ میں اجتماعی قربانی کا نظم بہت تفصیل

کے ساتھ بیان فرمایا اور سمجھایا۔ فجزاہ اللہ تعالیٰ خیراً۔ آمین

چنانچہ ذیل میں جامعہ دارالعلوم کراچی کا اجتماعی قربانی کا نظم غیر ضروری تفصیلات میں جائے بغیر بیان کیا جا رہا ہے، جن حضرات کو مزید تفصیلات مطلوب ہوں وہ جامعہ سے براہ راست خود رابطہ فرما سکتے ہیں۔

(قربانی کا نظم)

اجتماعی قربانی میں جامعہ دارالعلوم کراچی کی شرعی حیثیت

جامعہ دارالعلوم کراچی میں عام معمول یہ ہے کہ جانور پہلے سے خرید کر نہیں رکھے جاتے، بلکہ بکنگ کی مد میں جو رقم وصول ہوتی ہے جانوروں کی خرید و فروخت اس رقم سے کی جاتی ہے۔ قربانی کے فارم پر صراحۃً شرکاء اور حصہ دار صدرِ جامعہ دارالعلوم کراچی کو قربانی کا جانور خریدنے سے لے کر گوشت وغیرہ کی تقسیم تک کے تمام امور کی انجام دہی کا وکیل بناتے ہیں اور اس بات کی بھی اجازت دیتے ہیں کہ صدرِ جامعہ خود یا اپنے کسی نمائندے کے ذریعہ یہ امور انجام دے سکتے ہیں۔

قربانی کا فارم

جہاں بڑے پیمانے پر قربانی ہوتی ہو وہاں قربانی کا فارم بڑا کلیدی کردار ادا کرتا ہے۔ چنانچہ جامعہ دارالعلوم کا جو فارم ہے اس میں بھی تمام ضروری تفصیلات درج کی جاتی ہیں۔ جس میں شرکاء یا حصہ داروں کے نام، وکالت نامہ، قربانی کا دن، گائے نمبر، حصہ نمبر، گوشت، چرمِ قربانی، اور علی الحساب موصول ہونے والی رقم نیز اس کے متعلق اختیارات کے علاوہ دیگر تفصیلات بھی درج ہوتی ہیں۔ قربانی کروانے والے اس فارم کو پر کر کے اس پر دستخط کر دیتے ہیں۔

قربانی کا رجسٹر/ فائل

جب اس طرح بہت سے فارم جمع ہو جاتے ہیں تو ان کا ایک رجسٹر بنا لیا جاتا ہے۔ مثلاً اگر پہلے دن دو سو گائے ہیں تو دو سو گائے کی ایک فائل یا رجسٹر تیار ہو جاتا ہے، جس میں ہر گائے کا ایک الگ صفحہ متعین ہوتا ہے۔ اس صفحہ میں اس گائے کے حصہ داران اور دیگر تفصیلات درج ہوتی ہیں۔ یہاں تک کہ اگر گوشت وغیرہ کے حوالے سے کوئی خاص ہدایت حصہ دار دینا چاہتے ہیں تو وہ بھی اس میں درج ہوتی ہے۔ مثلاً اگر کوئی حصہ دار یہ چاہتا ہے کہ میں اپنا حصہ وصول کرنے کے بجائے جامعہ ہی کو دے دوں، تو تحریری شکل میں یہ سب اس

صفحے پر لکھ دیا جاتا ہے۔حساب کے لئے اکاؤنٹ ڈپارٹمنٹ کا ایک آدمی ان دنوں میں صرف اسی کام کے لئے مخصوص کردیا جاتا ہے۔اس ایک صفحہ کی تفصیلات کی پھر تین کاپیاں تیار کی جاتی ہیں۔ایک کاپی استقبالیہ کے لیے، دوسری کاپی اکاؤنٹ ڈپارٹمنٹ کے لیے اور تیسری کاپی اس ٹیم کے لیے جو موقع پر قربانی وغیرہ کی خدمت انجام دیتی ہے۔

جانور کی قیمت اور اخراجات کا تخمینہ

جانور کی قیمت اور اس پر ہونے والے اخراجات کا ایک محتاط تخمینہ لگا لیا جاتا ہے۔ مثلاً گائے کے ایک حصے کی قیمت اگر پندرہ ہزار (۱۵۰۰۰) رکھی گئی ہے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ پوری گائے ایک لاکھ پانچ ہزار کی ہوگی، کیونکہ ایک گائے میں سات حصے ہی ہو سکتے ہیں۔اب ایک گائے کی مد میں جو کل ملا کر ایک لاکھ پانچ ہزار روپے وصول ہوئے ہیں، اس میں سے مثلاً دس ہزار (۱۰۰۰۰) روپے اس گائے پر ہونے والے مختلف اخراجات کے لئے الگ رکھ لئے جاتے ہیں، اور گائے کی خریداری کے لئے پچانوے ہزار (۹۵۰۰۰) الگ کر لئے جاتے ہیں، تاکہ ایک متوسط درجے کی صحت مند گائے اس میں سے خریدی جاسکے۔گویا ایک گائے کی رقم میں دو الگ الگ مدیں بنادی جاتی ہیں۔

گائے کی خریداری اور اس کی تعیین

گائے کے لئے مختص کی گئی رقم سے گائے کی خریداری کی جاتی ہے، جوں جوں گائے کا سودا ہوتا جاتا ہے، گائے پر بالترتیب نمبر والے ٹوکن لگا دیے جاتے ہیں۔مثلاً جو گائے سب سے پہلے خریدی اس کو پہلا نمبر دے دیا، دوسری گائے کو دوسرا نمبر دے دیا۔نیز گائے کے مختلف حصوں پر دارالعلوم کی مہر بھی لگادی جاتی ہے تاکہ پہچان باقی رہے اور یہ گائے دوسرے جانوروں میں مخلوط نہ ہوجائے۔نیز خریداری کا باقاعدہ واؤچر (Voucher) بھی بنتا ہے، جس پر جامعہ کے نمائندے اور بیوپاری کے دستخط ہوتے ہیں، اور اگر اکاؤنٹ میں رقم ٹرانسفر کی گئی ہو تو اس کا ثبوت بھی رکھا جاتا ہے، تاکہ یہ معاملات زیادہ سے زیادہ صاف شفاف رہ سکیں۔

زائد رقم کا حساب

اوپر بیان کردہ گائے کی خریداری اور اخراجات سے متعلق دونوں مدوں کا حساب الگ الگ ہوتا ہے۔ اگر گائے کی خریداری کے لئے مخصوص کی گئی رقم سے کم قیمت میں گائے آجائے، مثلاً پچانوے ہزار کے بجائے،

گائے بانوے ہزار (۹۲۰۰۰) میں آ گئی، تو اس مد میں باقی بچ جانے والے تین ہزار روپے گائے میں شریک سات افراد میں برابر برابر تقسیم کردیئے جاتے ہیں۔ اور اگر کوئی رقم اخراجات کی مد میں باقی بچ جاتی ہے، مثلاً دس ہزار میں سے فی گائے خرچہ صرف آٹھ ہزار کا ہوا، تو باقی بچ جانے والے دو ہزار روپے کے متعلق شرکاء اور حصہ داروں سے قربانی والے فارم پر پیشگی اجازت اس بات کی لی جاچکی ہوتی ہے کہ یہ رقم صدرِ دارالعلوم اپنی صوابدید پر کسی بھی مصرف میں خرچ کر سکتے ہیں۔ لہٰذا یہ رقم ان کی طرف سے دارالعلوم کی ملکیت میں دے دی جاتی ہے اور اس کی باقاعدہ رسید بھی بنادی جاتی ہے، لیکن عموماً اس رقم کو قربانی ہی سے متعلق دیگر اخراجات مثلاً قربانی کی جگہ کو ٹھیک ٹھاک کروانے یا اس کی تعمیر وغیرہ میں لگا دیا جاتا ہے۔ اس مصرف میں پہلے ہی سے ہزاروں لاکھوں روپے کے اخراجات ہو رہے ہوتے ہیں تو یہ معمولی رقم بھی اس کا حصہ بن جاتی ہے۔ نیز قربانی کے فارم میں حصہ داروں کی طرف سے یہ بھی صراحت ہوتی ہے کہ اگر یہ رقم قربانی کے دن انہوں نے یا ان کے کسی نمائندے نے وصول نہ کی تو اس صورت میں بھی وہ رقم بذریعہ رسید دارالعلوم کو عطیہ کردی جائے گی۔

قربانی

قربانی کے دن فارم میں درج تفصیلات کے مطابق قربانی کی جاتی ہے، اور یہ تفصیلات قربانی کرنے والی ٹیم کے پاس بھی ہوتی ہیں، گائے پر اس کا مخصوص نمبر بھی ڈلا ہوا ہوتا ہے، جس سے اس بات کی نشاندہی ہوجاتی ہے کہ یہ گائے کس کی ہے یا اس گائے میں کون افراد شریک ہیں۔ شرکاء اور حصہ داروں کی باقاعدہ نیت کی جاتی ہے اور ذبح کے وقت یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ گائے کن افراد کی طرف سے کی جارہی ہے۔ قربانی وغیرہ کا پورا عمل مستند اور بااعتماد مفتیانِ کرام کے زیرِ نگرانی انجام دیا جاتا ہے تاکہ کوئی بھی کام خلافِ شرع نہ ہو۔

گوشت کی بنائی

جیسے ہی کوئی گائے ذبح ہوتی ہے، اور اس کا گوشت بننا شروع ہوتا ہے تو اس کے گوشت پر اسی کے نمبر کی مزید پرچیاں لگادی جاتی ہیں۔ تاکہ کسی ایک گائے کا گوشت دوسری گائے سے خلط ملط نہ ہو پائے۔ اس بات کا اہتمام کیا جاتا ہے کہ گائے کا کوئی بھی حصہ ایسا نہ رہے جس پر اس کے نمبر کی پرچی لگی ہوئی نہ ہو۔ مثلاً گائے نمبر سات کا گوشت اگر بن رہا ہے تو اس کے پارچے، کلیجی وغیرہ سب پر اس کے نمبر کی پرچی ہوتی ہے۔

گوشت کا وزن اور اس کی تقسیم

پھر جب گوشت بن جاتا ہے تو اس پورے گوشت کا ایک بار وزن کیا جاتا ہے اور اس کو لکھ لیا جاتا ہے۔ پھر اس گوشت کو آپس میں اچھی طرح ہلا ہلا کر مکس کیا جاتا ہے تا کہ گوشت کی تقسیم میں پورا انصاف ہو سکے، یہاں تک کہ بونگ، جو گوشت کی عمدہ قسم شمار ہوتی ہے، اس کی بھی عموماً بوٹیاں بنا کر ہر حصے میں رکھی جاتی ہیں۔ پھر کُل گوشت کے سات برابر حصے کر کے ہر حصے کا الگ الگ وزن کیا جاتا ہے۔ تا کہ کمی بیشی نہ ہو، ورنہ ربا لازم آئے گا جو حرام ہے۔ نیز یہاں بھی اس وزن کو لکھا جاتا ہے تا کہ ریکارڈ میں محفوظ ہو جائے اور اگر کوئی بالفرض معلومات کرنا چاہے کہ میرا جس گائے میں حصہ تھا اس کا کل وزن کتنا تھا؟ تو اس کو بتایا جا سکے۔ گوشت کے وزن میں پائے، سری، زبان اور مغز کو شامل نہیں کیا جاتا، اور شرعاً ان چیزوں کو گوشت کے وزن میں شامل کرنا ضروری بھی نہیں، لیکن کیونکہ بہرحال یہ چیزیں بھی حصہ داروں کی ملکیت ہیں، لہٰذا ان کی تقسیم اس طرح کی جاتی ہے کہ چار حصہ داروں کو تو الگ الگ چار پائے دے دیئے جاتے ہیں۔ باقی تین حصوں میں سے ایک میں زبان، دوسرے میں مغز اور تیسرے میں سری رکھ دی جاتی ہے۔ اس طرح تقسیم کرنے میں احتیاط بھی زیادہ ہے اور ربا کا امکان بھی ختم ہو جاتا ہے۔

چرمِ قربانی

اب کھال باقی رہ جاتی ہے، جس کے متعلق حصہ داروں سے قربانی کے فارم پر ہی اجازت لے لی جاتی ہے کہ وہ دارالعلوم کے طلبہ کو عطیہ ہوگی۔ نیز یہاں یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ اگر کوئی شخص گوشت، پیسے، یا کھال وغیرہ عطیہ نہیں کرنا چاہتا تو ادارہ اس کو مجبور نہیں کر سکتا۔ البتہ ادارے کے پاس یہ اختیار ضرور ہے کہ وہ قربانی کے معاملات میں سہولت کی غرض سے اپنی وضع کردہ شرائط ہی پر قربانی کی وکالت کو قبول کرے۔

یہ جامعہ دارالعلوم کراچی کا نظم ہے جو اختصار لیکن اصولی اور بنیادی تفصیلات کے ساتھ ذکر کر دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی طرف سے کی جانی والی قربانیوں کو قبول فرمائیں۔ آمین۔

☆☆☆